لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا
(اللہ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا)

اللہ تعالیٰ کسی کی طاقت سے زیادہ اُس پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ جو چیز انسان کے اختیار میں نہیں اُس پر اللہ نہیں پکڑے گا۔ اِس آیت کے شانِ نزول میں حدیث آتی ہے:

مسلم: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسولؐ پر یہ آیت اتری ← البقرۃ : 284 "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ ہی کا ہے اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اُسے ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تعالیٰ اُس پر تمہارا محاسبہ کرے گا۔ پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے" تو رسولؐ کے ساتھیوں (صحابہ) پر یہ بات انتہائی گراں گزری۔ وہ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہنے لگے: اے اللہ کے رسولؐ! (پہلے) ہمیں ایسے اعمال کا پابند کیا گیا جو ہماری طاقت میں ہیں: نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ اور اب آپ پر یہ آیت اتری ہے جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ رسولؐ نے فرمایا: "کیا تم وہی بات کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے دونوں اہلِ کتاب نے کہی: ہم نے سنا اور نافرمانی کی! بلکہ تم کہو: سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے رب! تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔" جب صحابہؓ یہ الفاظ دہرانے لگے اور اُن کی زبانیں اِن الفاظ پر جاری ہوگئیں تو اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری (جس میں مومنوں کی تعریف کی گئی) [البقرۃ : 285] ← اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (رسولؐ اِس [ہدایت] پر ایمان لائے جو اُن کے رب کی طرف اُن پر نازل کی گئی اور سارے مومن بھی۔ سب ایمان لائے اللہ پر، اُس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر، [وہ کہتے ہیں:] ہم [ایمان لانے میں] اُس کے رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے اور انھوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، اے ہمارے رب! تیری بخشش [چاہتے ہیں] اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔)

چنانچہ جب انھوں نے یہ (مان کر اُس پر عمل) کیا تو اللہ عزوجل نے اِس آیت (284 کے ابتدائی معنی) کو منسوخ کرتے ہوئے یہ آیت (286) نازل فرمائی۔ [بعض علماء نے کہا صحابہؓ نسخ (منسوخ) کا لفظ وضاحت کے معنی میں بھی استعمال کرتے تھے۔ اِس لیے نسخ ماننے کی ضرورت نہیں۔ صحابہؓ کی جو فکر و پریشانی تھی اُسے واضح کر دیا گیا کہ جو چیز انسان کے اختیار میں نہیں، اُس کی پکڑ نہیں ہوگی کیونکہ اللہ انسان کی وسعت سے زیادہ اُس پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ وسوسہ آنا بے اختیاری ہے اِس لیے اُس پر پکڑ نہیں ہوگی۔ اور یہ وسوسے کی بات کی گئی، دل کے اختیاری عمل کی بات نہیں کی گئی۔ بعض علماء نے کہا کہ اگر ہم اِسے منسوخ بھی مانتے ہیں تو وہ جو وسوسہ آتا ہے اُس کے بارے میں نبی نے حدیث میں فرما دیا کہ جب تک وہ عمل میں نہ آئے تب تک اُس پر پکڑ نہیں ہوگی۔]

[ویسے وسوسے آنا انسان کے اختیار میں نہیں ہیں۔ اِس لیے یہ آیت نازل کرکے صحابہ کی جو فکر تھی کہ کہیں اللہ ہمارے وسوسے پر نہ پکڑے، اُس فکر و غم کو دُور کر دیا۔]

اِسی حدیث میں آگے آتا ہے: "اللہ کسی شخص پر اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اُس نے جو (نیکی) کمائی اور جو (برائی) کمائی (اُس کا وبال) اُسی پر ہے۔ اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم خطا کریں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔" (اللہ نے) فرمایا: ہاں۔ (انھوں نے کہا:) "اے ہمارے رب! اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا تُو نے اُن لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے (گزر چکے) ہیں۔" (اللہ نے) فرمایا: ہاں! (پھر کہا:) "اے ہمارے رب! ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں۔" (اللہ نے) فرمایا: ہاں! (پھر کہا:) اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تُو ہی ہمارا کارساز ہے، پس تُو کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔" (اللہ نے) فرمایا: ہاں۔ [دوسری مسلم کی روایت میں "نَعَمْ (ہاں!)" کی بجائے "قَدْ فَعَلْتُ (میں نے ایسا کر دیا)" کے الفاظ ہیں۔]

اللہ نہیں تکلیف دیتا یا نہیں بوجھ ڈالتا کسی بھی جان پر مگر اُس کی وسعت کے مطابق:

اِس آیت میں نَفْسًا (کسی نفس کو) کہا گیا النَّفْس یا النَّاس نہیں کہا کیونکہ ہر انسان کی وسعت (استطاعت) الگ الگ ہوتی ہے۔ وسعت کئی چیزوں میں ہوتی ہیں مثلاً علم، فہم، طاقت، عقل، مال، وقت، صحت اور دیگر تمام صلاحیتیں وسعت کہلاتی ہے۔ جو کچھ کسی کو وسعت ملی ہیں اتنی ہی اُس پر ذمہ داری ڈالی جائیگی، اُس سے اتنا ہی پوچھا جائیگا۔

مثلاً کسی شخص کا ایک ہاتھ نہیں ہے تو اُس سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ تم نے وضو میں دونوں ہاتھوں کو کیوں نہیں دھویا یا تم نے نماز میں دونوں ہاتھوں کا استعمال کیوں نہیں کیا۔ اِسی طرح دیوانے شخص اور عقلمند شخص کا حساب ایک جیسا نہیں ہوگا۔ عقلمند شخص کا حساب بھی اتنا ہوگا جتنی اُس میں سمجھ ہوگی کیونکہ عقلمندوں میں بھی وسعت الگ الگ ہوتی ہیں۔ جس میں زیادہ ذہانت ہوگی اُس کا حساب زیادہ ہوگا اور کوئی اور صلاحیت زیادہ تھی اُس کا حساب زیادہ ہوگا اور جن کے اندر صلاحیتیں کم ہوں اُن کا حساب کم ہوگا۔ اِسی طرح جن لوگوں کے پاس مال زیادہ تھا اُن کا حساب زیادہ ہوگا بہ نسبت فقیر کے۔ فقیر سے زکات کا حساب نہیں لیا جائیگا۔ ہر ایک کے ساتھ الگ الگ معاملہ ہوگا۔ اِسلیے نعمتیں پا کر فخر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ نعمتیں بھی آزمائش ہیں جتنی نعمتیں اللہ نے کسی کو عطا کی ہوگی اُسکا حساب اتنا ہوگا۔

الطلاق : 7 ← ... لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ... (کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اُس کو دیا ہے)

اللہ تعالیٰ جب انسانوں کا فیصلہ کرے گا تو صرف یہ نہیں دیکھے گا کہ کون کیا لے کر آیا ہے بلکہ یہ بھی دیکھے گا کہ کون کن حالات میں کیا لے کر آیا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کسی کو دیا تھا اُس کا اُس نے استعمال کیسے اور کہاں کیا۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ
(کسی شخص نے جو نیکی کمائی اُس کا پھل اُسی کے لیے ہے اور جو اُس نے برائی کی اُس کا وبال بھی اُسی پر ہے)

اِس کی علماء نے الگ الگ تفسیریں کی ہیں جس میں تین تفسیریں یہ ہیں:

1> لَ کسی چیز کے حق کے لیے آتا ہے اور عَلیٰ کسی چیز کے مخالفت کے لیے آتا ہے۔ جیسے کہ ایک حدیث میں ہے۔ مسلم: اَلْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ (قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف حجت ہے)

اِس لیے یہاں لَهَا مَا كَسَبَتْ میں معنی ہوگا جو کچھ اُس نے کمائی کی ہے جو نیکی، صدقات اور بھلائیاں کی ہیں وہ اُس کے لیے ہیں۔

اور عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ میں معنی ہوگا اُسی پر وبال بنے گی وہ تمام برائیاں جو اُس نے کمایا ہے۔

2> كَسَبَتْ یہ آسان لفظ ہے اكْتَسَبَتْ (افتعال کے وزن پر) مشکل لفظ ہے۔ نیکی کمانے کے لیے آسان لفظ کا استعمال کیا گیا جبکہ برائی کمانے مشکل لفظ کا استعمال کیا گیا۔ اِس لیے مومن کے لیے نیکی کمانا یا اللہ کی فرمانبرداری کرنا آسان ہے۔ اور برائی کمانا یا اللہ کی نافرمانی کرنا مشکل چیز ہے۔ جبکہ جو مومن نہیں ہیں اُن کے لیے معاملہ اِس کے برعکس ہیں۔

3> كَسَبَ کا زیادہ استعمال ہوتا ہے خیر کے لیے اور اِكْتَسَبَتْ کا زیادہ استعمال ہوتا ہے شر کے لیے۔

جس نے جو کوشش کی ہوگی اُس کا وہ بدلہ پائے گا۔ اگر نیکی کے لیے کوشش کی تھی تو اُس کا نیک بدلہ پائے گا اور جس نے برائی کے لیے کوشش کی تھی اُسے اُس کا بُرا بدلہ ملے گا۔

النجم : 38-39 ← اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۔ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (یہ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اُس نے کی۔)

النور : 11 ← ... لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ (ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اُس نے کمایا ہے)

الانعام : 164 ← وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا (اور نہیں کمائی کرتا کوئی نفس مگر یہ کہ اُسی کے اوپر جاتا ہے جو بھی وہ کمائی کرتا ہے)

ہر شخص اپنے گناہوں کا بوجھ خود ہی اٹھائے گا۔ وہی اپنے گناہوں کا ذمہ دار ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے کسی بُرے کام کی بنیاد رکھی اور اُس کی موت کے بعد بھی اُس کے اثرات جاری رہیں تو وہ اُس برائی کے گناہ میں بھی برابر حصہ دار ہوگا اور اس کے برعکس اگر کسی شخص نے کسی نیک کام کی بنیاد رکھی اور اُس کی موت کے بعد بھی اُس کے اثرات جاری رہیں تو وہ اُس نیکی کے ثواب میں بھی برابر حصہ دار ہوگا۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ جس نیکی یا برائی میں انسان کی نیت، کوشش اور عمل شامل نہ ہو، اُس کی جزا و سزا اُسے ملے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا
(اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہماری پکڑ نہ کرنا)

یہاں مضارع (نَنْسٰى، نُخْطِئُ) کے بجائے ماضی (نَسِيْنَا، اَخْطَاْنَا) کا استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اگر مضارع کا استعمال ہوتا تو اُس کا مطلب ہوتا کہ ہم بار بار بھول جائے اور بار بار خطا کرے لیکن ماضی استعمال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک بار ہی بھول جانا یا ایک بار ہی خطا کرنا۔ تو اِس کا مفہوم یہ ہوگا کہ "اے ہمارے رب اگر ہم ایک بار بھول جائے یا ایک بار خطا کرے تو ہمیں نہ پکڑنا۔" ہم یہ نہیں کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ہم تو بار بار بھولتے ہیں اور بار بار خطا کرتے ہیں اسلیے ہمیں نہ پکڑنا۔ ماضی کا استعمال کرکے ہم کہہ رہے ہوتے ہیں کہ "ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کریں گے کہ ہم کبھی نہ بھولے اور کبھی نہ خطا کرے۔"

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان بار بار بھولتا اور خطا کرتے رہتا ہے لیکن اسطرح ماضی کا صیغہ استعمال کرنے سے وہ ہر بار دین کے معاملات میں زیادہ خیال رکھے گا۔ احتیاط کریگا۔ وہ اِن معاملات میں ڈھیلا نہیں پڑے گا، کوتاہی نہیں کرے گا بلکہ سنجیدہ ہوگا۔ اگر مضارع کا صیغہ ہوتا تو یہ بات نہیں ہوتی۔

نَسِيْنَا (ن س ی): جاننے کے بعد بھولنا۔
اَخْطَاْنَا (خ ط ء): خطا کرے / غلطی کرے۔ خطا جہالت یا لاعلمی سے ہوتی ہے
نسیان علم کے ساتھ ہوتا ہے اور خطا لاعلمی کے ساتھ بلا ارادہ ہوتا ہے۔ اگر ارادے کے ساتھ غلطی کرے تو گناہ شمار ہوگا۔

انسان کی بھول یا غلطی پر تو پکڑ نہیں ہوگی لیکن پھر بھی ہمیں یہ دُعا کیوں سکھائی گئی؟ اِسکی حکمت کسی نے بہت گہرائی سے سمجھائی ہے۔ لیکن پھر بھی ہم یہی کہے گے کہ اللہ ہی اِسکی حکمت بہتر جانتا ہے۔ انھوں نے کہا:
ہم بھولنے کو چھوٹا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ اور اِسے اپنی عادت بنا لیتے ہیں۔ اور اہم چیزوں کو یاد رکھنے کی بھی کوشش نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ بڑا مسئلہ ہے۔

طٰهٰ : 115 ← وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (اور ہم نے اِس سے پہلے آدمؑ سے عہد لیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے اُن میں کوئی عزم [Determination] نہ پایا)

آدمؑ کو جنت سے زمین کی طرف بھیجے جانے کی ایک وجہ اُن کی بھول تھی۔ اُس بھول کی وجہ سے آدمؑ کی پکڑ ہوئی۔ جسکی وجہ سے انھیں اوپر سے نیچے بھیجا گیا۔ اور اگر دوسرے انسانوں کی پکڑ ہو جائے تو وہ نیچے (زمین) سے اور نیچے (جہنم) چلے جائینگے۔ کیونکہ جنت سب سے اوپر ہے، زمین درمیان میں ہے اور جہنم سب سے نیچے ہے۔ آدمؑ کو اوپر سے درمیانی منزل کی طرف بھیجا گیا۔ اگر کوئی اور انسان شریعت کے کسی اہم حکم کو بھول جائیگا تو اُسے درمیانی منزل سے سب سے نچلی منزل (جہنم) میں بھیجا جائیگا۔ جسے کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ اِس لیے ہماری بھول پر ہمیں نہ پکڑنا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

اگر کوئی چیز انسان کرنے بھول جائے تو اُس کا کفارہ یہ ہے کہ جب وہ چیز یاد آئے تو کر لے۔ مثلاً اگر کسی وجہ سے کوئی نماز پڑھنے بھول جائے تو یاد آئے پر اُسے ادا کرے۔ وہ یہ نہ کہے کہ بھول چوک کو اللہ معاف کر دیگا اسلیے نماز قضا ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسلم: رسولؐ نے فرمایا: جو شخص کوئی نماز بھول جائے تو جیسے ہی وہ اُسے یاد آئے، وہ نماز پڑھ لے، اُس نماز کا اِس کے علاوہ اور کوئی کفارہ نہیں۔

اِسی طرح اگر کوئی بھول کر بے وضو نماز ادا کرے، اُس کے لیے یاد آنے پر دوبارہ نماز ادا کرنا واجب ہے۔

بخاری: رسولؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی بے وضو کی وضو کیے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا۔

اگر کسی نے روزے کی حالت میں بھول کر کچھ کھا لیا اور جیسے ہی یاد آیا تو کھانے سے رُک گیا تو اُسکی بھول چوک معاف ہوگی۔ یہی بھولنا معاف ہوگا۔
بھول کا علاج یاد دہانی ہے۔ خود بھی یاد کرلے اور کوئی اور بھی یاد کرائے۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا
(اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو تُو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا)

اِصْرًا (ء ص ر): ← بھاری بوجھ، گرہ لگانا، کسی چیز کو زبردستی روک لینا، ذمہ داری، تاکیدی عہد (جو عہد توڑنے والوں کو نیکیوں سے محروم کر دیتا ہے)

حَمْل اور اِصْر میں فرق ہے۔ حَمْل ایسے بوجھ کو کہتے ہیں جو آسانی سے اٹھا لیا جائے۔ جبکہ اِصْر ایسے بوجھ کو کہتے ہیں جو بہت ہی ناقابلِ برداشت ہو جسے بہت ہی مشکل سے اٹھا لیا جائے۔ وہ بوجھ جو اٹھانے والے کو چلنے سے روک دے۔
ہم پر ایسی مشکل، ذمہ داری، پریشانی نہ ڈالنا جس سے ہم تیرے راستے میں چل ہی نہ سکے۔ کیونکہ بعض اوقات انسان پر ایسی ایسی آزمائشیں یا مصروفیات یا معاشرے کی ایسی رکاوٹیں آتی ہیں کہ انسان دین کے لیے کچھ کر ہی نہیں پاتا۔
بعض اوقات انسان کے نافرمانیوں کی وجہ سے سزا کے طور پر الگ الگ قسم کے بوجھ ڈالے جاتے ہیں۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر اُن کی نافرمانیوں کی وجہ سے کئی سخت قسم کے شرعی احکام تھے مثلاً
1> شرک کرنے والوں کی توبہ صرف قتل سے قبول ہوتی تھی۔
2> قتلِ عمد کی صورت میں یہود کی شریعت میں صرف قصاص تھا، دیت یا معافی نہیں تھی۔
3> اُن پر زکات چوتھا حصہ تھی۔ (ہم پر چالیسواں حصہ ہے)
4> اگر کسی کپڑے پر پیشاب یا نجاست لگ جائے تو اُس کپڑے کو دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا بلکہ اُسے کاٹ کر پھینکنا پڑتا تھا۔
5> غنیمت کے اموال اُن پر حرام تھے۔
6> اُن کے لیے سنیچر کے دن کوئی بھی دنیا کا کام کرنا حرام تھا۔
7> سنیچر کے دن مچھلیاں پکڑ کر اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کو بندر اور سور بنا دیا گیا یعنی دنیا میں ہی عذاب نازل کیا گیا۔
8> روزے میں رات بھی شامل تھی۔ جیسے ہی سو جاتے روزہ شروع ہو جاتا۔ سحری کا کوئی تصور نہیں تھا۔ جب اگلے دن سورج غروب ہوتا تب افطاری ہوتی۔ (ہمارے لیے تو سحری کی تاکید کی گئی)
9> انھیں نماز مسجد میں ہی پڑھنی پڑتی تھی۔ مسجد سے باہر کہیں پر بھی نہیں پڑھ سکتے تھے۔

اِس لیے یہ دُعا خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی کہ: ہم پر بھی ایسی پابندیاں، ایسے سخت شریعت کے احکامات کا بوجھ نہ ڈالنا جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر تھے۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ
(اے ہمارے رب! جس بوجھ کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اُسے ہم سے نہ اٹھوا)

ہمارے لیے شریعت کے احکامات کو سخت نہ کر دینا جس کو ہم کر نہیں سکتے۔ احکامات میں نرمی رکھنا۔ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جسکی ہم میں طاقت نہیں۔
ہماری شریعت میں اللہ تعالیٰ نے بہت آسانی رکھی ہے مثلاً
1> اگر نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھے۔ اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھے۔
2> اگر سفر میں ہے تو نماز قصر کرکے پڑھے۔
3> اگر پانی دستیاب (available) ہے ہی نہیں تو تیمم کرکے نماز پڑھے۔ حتیٰ کہ غسل بھی واجب ہو اور پانی نہیں مل رہا تو تیمم کافی ہوگا۔

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا
(اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے)

ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی، جو ہم نہ کر سکے اُن سے درگزر کر دینا اور جو گناہیں و غلطیاں ہم نے کی اُن کو ڈھانپ دینا۔ یہاں ڈھانپنے کی بات اسلیے ہے کہ کوئی بھی گناہ عیب ہے۔ اُس عیب کو ایسے ڈھانپ دے کہ وہ کسی کو نظر بھی نہ آئے۔
ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں۔ فرائض کی ادائیگی میں، تیرے احکامات کی پابندی میں اگر ہم سے بھول چوک ہوگئی ہیں تو ہمیں معاف کر دے۔ ہماری غلطیوں کو ہمارے نامہ اعمال سے مٹا دے۔ ہماری مکمل معافی کر دے۔

وَارْحَمْنَا
(اور ہم پر رحم فرما)

ہمارے نامہ اعمال میں اتنے جرم ہیں کہ وہ اللہ کی رحمت کے بغیر معاف ہو ہی نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حق میں بھی ہم نے کئی گناہیں کئے ہیں۔ اے ہمارے رب! تیری رحمت ہمارے گناہوں سے زیادہ ہے۔ دنیا و آخرت میں ہم پر رحم فرمانا۔ تیری رحمت سے ہی ہم جنت میں جا سکتے ہیں۔ ہم کتنے بھی نیک ہو جائے، ہماری کتنی بھی معافی ہو جائے لیکن جب تک تُو رحم نہ کرے، ہم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اور اِس دنیا میں بھی ہمیں تیری رحمت میں رکھ، تیری حفاظت میں رکھ تاکہ ہم گناہیں نہ کر سکے۔

ہمیں اِسطرح معاف کر دے کہ صرف ہمارے گناہوں سے درگزر ہی نہیں بلکہ ہمارے گناہوں کو ڈھانپ بھی دے اور صرف ڈھانپ ہی نہ دے بلکہ ہم جیسے گنہگاروں پر رحم بھی کر۔ اِسطرح ہمارے تمام گناہوں کو بالکل مٹا دے۔

اَنْتَ مَوْلٰىنَا
(تُو ہی ہمارا مولا ہے)

یہاں اَنْتَ رَبُّنَا یا اَنْتَ اِلٰهُنَا نہیں کہا گیا بلکہ اَنْتَ مَوْلٰىنَا کہا گیا۔
مَوْلٰی لفظ بہت وسیع معنی میں آتا ہے:
مَوْلٰىنَا (و ل ی): مددگار، دوست، ولی، محبت کرنے والا (الْمُحِبُّ)، آزاد کرنے والا (الْمُعْتِقُ)، رب، مالک، سرپرست (guardian)، محافظ (Protector)

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ
(پس تُو کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔)

یہ آیات اُس دور میں نازل ہوئیں جب کافروں کی طرف سے شدید مخالفت تھی اور بہت نازک موقعوں پر رسولؐ نے ایسی دعائیں مانگی ہیں۔ خاص طور پر غزوہ بدر اور غزوہ خندق کے موقعہ پر نبیؐ نے جو دعائیں مانگی اُن کا ذکر کثرت سے صحیح احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت طالوت کے ساتھیوں نے بھی اِسی طرح کی دُعا کی تھی:

البقرۃ : 250 ← رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے [بے پناہ صبر عطا کر] اور [میدانِ جنگ میں] ہمارے قدم جمائے رکھ اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما)

سورۃ البقرۃ ہجرت کے فوراً بعد سے لے کر غزوہ بدر کے متصلاً قبل تک نازل ہوئی۔ گویا اِس کے نزول کے بعد غزوہ بدر پیش آنے والی تھی۔ جسطرح بنی اسرائیل میں حضرت طالوت کی جنگ جالوت کے مقابلے میں ہوئی تھی اسی طرح محمدؐ کی جنگ (جنگِ بدر) ابوجہل کے مقابلے میں ہونے والی تھی۔ حضرت طالوت کے ساتھیوں کی دُعا جن الفاظ پر ختم ہوئی تھی اُنہی الفاظ پر یہ دُعا ختم ہوئی۔ ایمان والوں کو یہ دعا کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے، اس لیے کہ اب سخت مرحلہ (جنگِ بدر) آگے آ رہا ہے اِس لیے مسلمانوں کو تیار کیا جا رہا ہے۔ یہ درحقیقت جنگِ بدر کی تمہید (Introduction) ہے۔ اور اگلی سورۃ (سورۃ آلِ عمران) میں جنگِ بدر کا بھی ذکر ہے۔

اِسی طرح فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے:

⇐ ایسے لوگوں کے بیچ میں جو تیری اطاعت نہیں کرتے ہیں یا جو تیرا انکار کرتے ہیں ہمیں اپنے ایمان کو برقرار رکھنے کی توفیق دے۔ کہیں ایسا ماحول ہم پر غالب نہ آ جائے۔ خاص طور پر جو بھی دین کے راستے پر چلتا ہے اُسکی تھوڑی بہت مخالفت ضرور ہوتی ہے۔ اس لیے ایسے لوگوں کے مقابلے ہماری مدد کرنا جو ہمیں تیری راہ پر چلنے نہ دے۔ ایسی مخالفت میں تُو ہماری مدد کرنا تاکہ ہم تیرے دین پر قائم رہ سکے۔

⇐ اِس کا مفہوم عملی مدد کے علاوہ قولی مدد بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی ہمیں ایسے دلائل اور ایسے حجتیں عطا کر کہ ہم اپنے دین کو سچا ثابت کر سکے۔ جب ہمارا مباحثے (debate) کا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہو جو تیرا انکار کرتے ہیں تو اُس وقت ہم اُن کے سامنے کمزور نہ پڑے۔ ہم دلائل کے ساتھ تیرے دین کی مدد کرے اور تُو ہماری مدد کرنا۔
اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کوئی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔